36

سلسلہ مطبوعات (۳۶)

دینی تمدن کی تشکیلِ نو

مولانا قاریِ محمد طیب صاحب

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن

باسمہ تعالیٰ

حرف اول

دین اسلام جو معاشرہ اور تمدن تشکیل دیتا ہے۔ اس میں خدا پرستی اور انسان دوستی کو اساسی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ جبکہ غیر اسلامی تمدن میں نفس پرستی، طبقاتی گروہ بندی اور انسانیت کش رویوں کو بالادستی ہوتی ہے۔

اسی کے ساتھ یہ حقیقت ہے کہ اسلام جس تمدن کی تشکیل کا تقاضہ کرتا ہے، اسمیں وہ کسی صورت روح عصر کے تقاضوں کو نظر انداز نہیں کرتا، یہی سبب ہے کہ ہر دور کے حوالہ سے جو عصری تقاضے رونما ہوئے، اسلام نے ان کو اپنے اندر سمویا بھی اور ان کی اصلاح بھی کی۔

آج جب کہ دنیا میں عملاً اسلام کے غلبہ کی جدوجہد کی اہمیت محسوس کی جارہی ہے اس جانب زیادہ توجہ کی ضرورت ہے کہ تمدنی تقاضوں سے روگردانی کی بجائے اسلام کے اصول فطرت کی روشنی میں ان کا تجزیہ کیا جائے اور کھرے اور کھوٹے میں امتیاز قائم کیا جائے کہ نہ ہر نئی چیز اسلام سے دور ہے اور نہ ہر پرانی چیز اسلام کے قریب ہے۔

زیر نظر پمفلٹ میں تمدن کی اسلامی تشکیل کے حوالہ سے صاحب فکر علماء کرام اور باشعور گریجویٹ طبقہ کو مل بیٹھ کر اسلام کے ابدی اصولوں کی روشنی میں عصری تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کی دعوت دی گئی ہے، اسی دعوت کی اہمیت کو اجاگر کرنا زیر نظر تحریر کا مقصد ہے، تاکہ یہ دونوں مکاتب تعلیم باہمی تعاون و اشتراک سے صالح اجتماعیت نو قائم کرنے کی راہ اپنائیں۔

چیئرمین

نومبر ۱۹۹۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیہی تمدن کی تشکیلِ نو

* اسلام دو چیزوں کا مجموعہ ہے۔ ایک اقترابات، دوسرے ارتفاقات۔

* اقترابات کا مطلب یہ ہے کہ وہ راستے جن سے آدمی اللہ کا قرب اور نزدیکی پیدا کرسکے۔ اور اس کی نزدیکی کی یہ صورت نہیں ہے جیسے ہم آپ کے نزدیک ہوجائیں کہ گز بھر کی بجائے آدھ گز یا آدھ گز کی بجائے بالشت بھر کا فاصلہ رہ جائے۔ اسے نزدیک کہیں گے مگر یہ نزدیک ہونا جسمانی ہے۔ اور اللہ جسم نہیں ہے کہ اس کے نزدیک ہونے کا یہ مطلب ہو کہ ہم دو چار گز سرک جائیں، یا دس پانچ میل آگے پہنچ جائیں اس کی نزدیکی کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس سے مناسبت اور مضبوط تعلق پیدا کریں۔ اس کے اخلاق سے متخلق (متصف) ہوں۔ اس کے کمالات سے باکمال بنیں۔ خدائی اوصاف ہمارے اندر نفوذ کریں۔ تاکہ ہمیں خلافت اور نیابت خداوندی کا مقام حاصل ہو۔ اس چیز کا نام اسلام میں اقترابات یعنی قرب خداوندی پیدا کرنے کا ذریعہ کہا جاتا ہے۔ اس کے لئے عبادات نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ رکھی گئی ہیں۔

* دوسری چیز ارتفاقات ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ باہمی میل جول، معاشرت، تمدن و تعاون اور مدنیت و شہریت کے اصول و طریقے ہمارے سامنے ہوں. کہ کس طرح سے ہم دنیا میں زندگی گزاریں۔ دنیا میں جیسے مساجد بنانے کی ضرورت ہوتی ہے، گھر بنانے کی بھی ضرورت ہے، جیسے گھر بنانے کی ضرورت ہے بازار بنانے کی بھی ضرورت ہے۔ یہ سلسلہ ارتفاقات کے شعبے ہیں کہ آپس کا میل جول اور باہمی تمدن و تعاون، یہ ہم کس طرح سے انجام دیں۔ اس کے لئے مختلف شعبے ہیں جن کی تفصیلات اسلام نے کی ہیں۔ بہرحال یہ دو سلسلے ہیں، ایک اقترابات اور ایک ارتفاقات۔ اس لئے کہ ایمان کے دو شعبے ہیں۔ ایک التعظیم لامر اللہ اور ایک الشفقۃ علیٰ خلق اللہ۔ یعنی

اللہ کے اوامر (احکامات) اور بھیجے ہوئے قانون کی عظمت۔ اور اس کی مخلوق پر شفقت و مدارات اور رحم و کرم کرنا یہ ایمان کے دو شعبے ہیں اس لئے علم کی بھی دو قسمیں ہو گئیں۔

علم کی دو قسمیں

* امام شافعی نے فرمایا کہ علم دو ہیں۔ ایک بدنی زندگی کا علم اور ایک روحانی زندگی کا علم۔ بدنی زندگی کے نیچے یہ تمام شعبے آتے ہیں۔ کھانا، پینا، گھر بنانا، بازار وغیرہ تمام (سماجی) ضروریات۔ اور روحانی زندگی کے نیچے یہ شعبے آتے ہیں کہ کس طرح سے سجدہ کیا جائے۔ کس طرح اللہ کے سامنے جھکا جائے۔ کس طرح اس سے مناسبت پیدا کی جائے، تو جس طرح سے ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ ہم اپنا دین و دیانت درست کریں، اسی طرح اس کی بھی ضرورت ہے کہ ہم اپنی معاشرت و تمدن اور مدنیت کو بھی درست کریں۔

ہر ملت کا ایک مزاج ہے

* لیکن ہر قانون اور ہر ملت کا ایک مزاج ہوتا ہے۔ یہودیت ایک ملت ہے، اس کا ایک مزاج ہے، نصرانیت ایک ملت ہے، اس کا خاص مذاق ہے۔ اسلام ایک ملت ہے، اس کا ایک مزاج ہے۔ ظاہر ہے کہ ہم اپنے مزاج کو باقی رکھ کر ہی اپنے اصولوں پر چل سکتے ہیں، اپنی بنیادیں قائم کر کے ہی اپنی تعمیر اٹھا سکتے ہیں۔ اگر ہم نے دوسروں کی بنیادوں پر تعمیر کھڑی کی، تو دوسرے کو حق ہے کہ وہ کل کو کہہ دے کہ میاں! زمین اور بنیاد میری ہے۔ تم اپنا ملبہ اٹھاؤ۔ اوز اپنی تعمیر ختم کرو۔ آپ بے بس ہوں گے، اپنا لگا لگایا سرمایہ آپکو ختم کرنا پڑے گا۔ لیکن اگر حقیقی بنیاد پر تعمیر اٹھائی ہے تو کوئی کہنے والا نہیں ہے کہ تم ملبہ لے جاؤ، بنیاد میری ہے، آپ کہیں گے کہ بنیاد، زمین اور تعمیر بھی ہماری ہے۔ بہر حال ہر ملت کا ایک الگ مزاج ہے۔ جو اس کی تعمیر کی بنیاد ہے۔

جاہلی اور اسلامی تمدن

* آج اس چیز کی ضرورت ہے، جس کے لئے مسلمان دنیا میں آیا، کہ اس تمدن کو یہ غالب کرے جس کو اسلام لے کر آیا ہے۔ اس واسطے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جس زمانے میں مبعوث ہوئے۔ تو دنیا میں دو بڑے بڑے تمدن قائم تھے۔ ایک طرف فارسیوں کا تمدن تھا جس پر کسریٰ کی حکومت تھی۔ ایک طرف رومیوں کا تمدن تھا، جس پر قیصر کی سلطنت تھی۔ روم میں عیسائیوں کا اقتدار تھا۔ اور فارس میں فارسیوں کا اقتدار تھا۔ ان دونوں ملکوں اور حکومتوں نے تمدن کو انتہاء تک پہنچا دیا تھا۔ تاریخوں کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی ہم اور آپ اس تمدن کے عشرِ عشیر تک بھی نہیں پہنچے، جتنا ان کا تمدن اونچا ہوچکا تھا۔

* (شاہ ولی اللہ اور) مورخین لکھتے ہیں کہ کوئی امیر اور رئیس اس وقت تک امیر نہیں سمجھا جاتا تھا جب تک کم سے کم ایک ایک لاکھ روپے کا لباس اور زیور اس کے بدن پر نہ ہو۔ پٹکا ہو تو کم سے کم دس ہزار روپے کا۔ اسی طرح دیگر لباس۔ بہرحال مجموعی تعداد لاکھ ڈیڑھ لاکھ تک پہنچتی تھی۔ میں سمجھتا ہوں ہمارا بڑے سے بڑا رئیس اس مقام پر نہیں پہنچ سکا کہ صرف اس کے بدن پر ایک لاکھ روپے کا لباس ہو۔ یہ ممکن ہے کہ اس کی ساری جائیداد کار کوٹھی لگا کر لاکھ ڈیڑھ لاکھ سے زائد ہو۔ مگر یہ کہ بدن پر ایک لاکھ روپیہ لگا ہوا ہو۔ ایسا نہیں ہے۔ اور وہاں ادنے سے ادنیٰ امیر زادے کے بدن پر ایک ڈیڑھ لاکھ روپیہ لگا ہوتا، تب وہ امیر سمجھا جاتا تھا۔ اور سوسائٹی میں جگہ پانے کے قابل سمجھا جاتا تھا۔ یہی حال رومیوں کا تھا، اور یہی فارسیوں کا۔

* جناب رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے اگر خالص تمدن مقصود ہوتا، تو اس سے بڑا تمدن آج تک نہیں پیدا ہوسکا، جتنا ہوچکا تھا۔ آج کی خصوصیات اپنی جگہ ہیں، کہ مشینی تمدن ہے، یہ بے شک انہیں میسر نہیں تھا۔ لیکن مشینی حالات کو چھوڑ کر جہاں تک عمارات، غنا اور امیری کا تعلق ہے، تو وہ بہت اونچے پہنچے ہوئے تھے۔ یہی چیز مقصود ہوتی تو اسلام اسی کی تائید کردیتا کہ فارسیوں کا اور رومیوں کا بھی تمدن حق ہے۔ اور مقصود حاصل ہوجاتا۔ صحابہؓ کرام کو اس کی ضرورت نہ پیش آتی کہ جنگیں لڑ لڑ

کر اس تمدن کو ختم کر کے اسلامی تمدن کو جگہ دیں۔

* اس کی بنا یہ تھی کہ ان تمدنوں کی بنیاد محض نفس کی آرائش (اور طبقاتی مفاد) پر تھی۔ اسلامی تمدن کی بنا رضاء خدا اور حق پرستی (نیز انسان دوستی) پر ہے، اس لئے دونوں کا مزاج بدل گیا اسے دنیا میں رائج کیا، اور اس کے لئے بڑی بڑی محنتیں اور مشقتیں اٹھائیں۔ اعلیٰ طریق تو یہ ہے کہ تمام مسلمان مل کر زمانے کی ضروریات سامنے رکھ کر زمانے کے تقاضوں کو قطع نظر کر کے نہیں، بلکہ سامنے رکھ کر دینی طور پر اس تمدن کی بنیاد ڈالیں، اور اسے غالب کریں۔ تاکہ دنیا کی قومیں ہمارے سامنے آئیں۔ جھکیں اور اسے قبول کرنے پر مجبور ہوں۔

* رہا یہ کہ زمانہ بدل چکا ہے تو خوب کہا کہ لسان العصر اکبر الہ آبادی نے

کیا ہوا آج جو بدلا ہے زمانے نے تجھے
مرد وہ ہے جو زمانے کو بدل دیتے ہیں

* مردانگی کا تقاضہ یہ نہیں ہے کہ ہم جھک کر اپنے عجز کا اعلان کریں۔ بلکہ ہم اپنا کردار اور کیریکٹر پیش کر کے دنیا کے سامنے اس کی خوبی اور برکت پیش کریں تاکہ دنیا ہمارے سامنے جھکنے پر مجبور ہو۔ اور اس مشن کو لے کر آگے بڑھیں، جس مشن کو آگے بھیجنے اور پہنچانے کا ہم نے نبی کریم ﷺ اور اللہ سے وعدہ کیا ہے۔ لیکن موجودہ حالات میں یہ ہمارے لئے دشوار ہے، ہم خواہ اپنی بدعملی سے یا تکوینی طور پر اس مقام پر آگئے ہیں کہ دنیا کی قوموں کو جھکا نہیں سکتے۔ مگر کم سے کم یہ جذبہ تو سرد نہیں ہونا چاہیئے۔ دوسرے تمدن ہمارے سامنے ہیں۔ ان کی اچھی چیزیں لینے کا کوئی مضائقہ نہیں۔ دنیا میں جب کوئی نیا تمدن آتا ہے، اس کی ایک ہوا ہوتی ہے اور جب ہوا چلتی ہے تو تنہائیوں میں بھی گھستی ہے۔ اس سے آدمی کو مفر نہیں ہوسکتا اس سے آدمی الگ نہیں رہ سکتا۔ اس سے متاثر ہونا ضروری ہے۔ مگر اس کی ضرورت پڑتی ہے ~~کہ کم~~ ہے کم ان مواقع کو دیکھیں جہاں اس تمدن کا اسلامی تمدن سے تصادم ہوتا ہو۔ اس میں ہم اپنے کردار اور اپنے مقاصد کو ترجیح دیں۔

دورِ جدید کے حوادث و واقعات سے اسلام صرفِ نظر نہیں کرتا

* جیسے مثلاً فرض کیجئے آپ تجارت کر رہے ہیں۔ اور تجارت کے سلسلے میں مالی تمدنی مشکلات بھی پیش آرہی ہیں۔ ان مشکلات کو آپ (جدید نوجوان اور تاجر پیشہ) زیادہ سمجھتے ہیں۔ کچھ سنی سنائی ہمارے (علماء کرام) بھی سامنے ہیں۔ یقیناً مشکلات کا وقت ہے۔ لیکن جہاں ایسی چیزیں سامنے آرہی ہیں جو مشکلات کا باعث ہیں۔ انہی مشکلات میں کچھ ایسی چیزیں بھی ہیں، جو ان کا بدل بھی ہو سکتی ہیں۔ ان چیزوں کو اختیار کر کے آپ کو غور کرنا ہوگا کہ کس حد تک یہ چیزیں اسلام سے موافقت کرتی ہیں اور کتنی مخالفت کرتی ہیں۔ پھر مخالف چیزوں میں بھی یہ دیکھنا ہوگا کہ کس حد تک اسلام گنجائش دیتا ہے۔ اور کس حد تک نہیں دیتا۔ میرا یقین ہے کہ کیسا ہی تمدن اور کیسا ہی زمانہ آجائے، جو حوادث و واقعات پیش آتے ہیں، اسلام نے نہ پہلے کبھی ان سے قطع نظر کیا، نہ آج کرتا ہے، اور نہ آئندہ کرے گا۔ ان کی رعایت کی جاتی ہے۔ ان کو سامنے رکھ کر اسلام ایسی گنجائشیں دیتا ہے کہ قوم کا مفاد ختم نہ ہو۔ کچھ تھوڑا تغیر کر دیا۔ کچھ تھوڑی سی ترمیم کر دی۔ بعض چیزوں کو بعینہٖ قبول کر لیا۔ کچھ تغیر کچھ ترمیم کچھ خلاف کچھ قبولیت یہ مل کر کام چل سکتا ہے۔ ہمیں دنیا سے بہر حال الگ ہونا نہیں ہے۔

* بعض چیزوں میں تھوڑا سا فرق پڑتا ہے، ذرا سا طریقہ بدل دیں فائدہ وہی کا وہی رہے گا، چیز بھی ضائع نہیں جائے گی، اور حدِ جواز میں آجائے گی، ایسی صورتوں میں یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم خواہ مخواہ ایک ممنوع اور گناہ میں مبتلا ہو کر رہیں۔ جب کہ ایسا طریقہ بھی ممکن تھا کہ فائدہ بھی ہمارے ہاتھ سے نہ جاتا اور ہم کسی ناجائز چیز کے ارتکاب میں بھی مبتلا نہ ہوں۔

* ہمارے ہاں میرٹھ میں حاجی عبدالغنی صاحب ایک تاجر تھے بڑے صالح اور نیک آدمی تھے۔ ان کے ہاں ٹوپیوں کی تجارت ہوتی تھی۔ ان سے دارالعلوم کے ایک فاضل نے فرمائش کی کہ مجھے دو ٹوپیاں بنادی جائیں جو خالص زری کی ہوں اور کام اتنا گھٹا ہوا ہو کہ کپڑا نظر نہ پڑے۔ بس چاندی کا کام نظر پڑتے۔ کپڑا بالکل چھپ جائے۔

* یہ اگلے دن پہنچے، انہوں نے کہا کہ ٹوپیوں کی تیس روپے قیمت ہے۔ پندرہ

روپے کی ایک ٹوپی ہے۔ انہوں نے دیکھا تو ٹوپیاں بہت اعلیٰ اور ان کی مرضی کے مطابق بنی ہوئی تھیں انہوں نے کہا دام کل کو بھجوادوں گا۔ حاجی صاحب نے کہا کہ بے اعتمادی کی بات نہیں ہے۔ چاہے ایک مہینے کے بعد بھجوادیں۔ مگر آپ کے لئے یہ جائز بھی ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس میں ناجائز ہونے کی کیا بات ہے؟ کیا ادھار نہیں لیا جاسکتا؟ انہوں نے کہا کہ اس ٹوپی میں کپڑا بالکل نظر نہیں آتا۔ اسے "مورق" کہتے ہیں اور مورق کام کپڑے پر ہو تو وہ چاندی کے حکم میں بن جاتا ہے۔ اور چاندی کی بیع و شرا (خرید و فروخت) میں ادھار جائز نہیں ہے۔ اب یہ بے چارے چپکے ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ میں فاضل دیوبند ہو کر بھی نہیں جانتا اور تم دکان پر بیٹھ کر بھی اتنے باریک مسائل جانتے ہو۔ مگر بات ان کی سمجھ میں آگئی تھی تو کہا کہ اچھا یہ معاملہ ختم۔ میں پرسوں دام لے کر آؤں گا۔ حاجی صاحب نے کہا کہ میں ایسی ترکیب نہ بتلاؤں کہ ادھار بھی ہو جائے۔ جائز بھی ہو جائے۔ انہوں نے کہا وہ کیا ہے؟ کہا آپ تیس روپے میرے سے قرض لے لو، اور یہ ٹوپیاں نقد خرید لو۔ بعد میں قرض ادا کر دینا۔ اب یہ بے چارے بہت شرمندہ ہوئے۔ خیر ان کو بات سمجھ آگئی۔ اور انہوں نے بہت بہت ان کا شکریہ ادا کیا، اور کہا کہ میں اس بات کو نہیں سمجھا تھا۔ بات وہی ہوئی کہ خریداری بھی ہوئی، ادھار بھی ہو گیا، مگر ذرا سے ردوبدل سے بات حدِ جواز میں آگئی۔ غرض بہت سے مسائل خواہ بینکنگ یا لاٹری سسٹم ہو یا انشورنس کا ہو جہاں ان میں کچھ ناجائز چیزیں نکلیں گی ایسی گنجائشیں بھی پیدا ہوں گی کہ اگر ذرا سا ردوبدل کر لیا جائے تو فائدہ تو ہاتھ سے نہ جائے، اور چیز حدِ جواز میں آجائے، اور ممنوع نہ رہے کہ جس سے آدمی گنہگار کہلائے۔ اور کسی برائی کا مرتکب نہ ٹھہرے۔

راہ اعتدال دریافت کرنے کا طریقہ

* مگر اس کے لئے فکر کی ضرورت پڑتی ہے۔ عام آدمی (یعنی عملی میدان میں مصروف) کے لئے بھی فکر کی ضرورت ہے۔ اور جو فتویٰ دینے والا مفتی ہے۔ اس کے لئے بھی فکر کی ضرورت ہے۔ کوئی سرسری چیز نہیں ہے۔ اگر آپ کوئی چیز اجمالاً پوچھیں گے تو فتویٰ اور ہوگا تفصیل سے واقعات سامنے رکھ کر پوچھیں گے تو حکم اور

ہوگا۔ اگر آپ مجھ سے یوں پوچھیں کہ ہم تجارت کر رہے ہیں اس میں سودی کاروبار ہے۔ اس کا کیا حکم ہے؟ میں کہوں گا حرام اور ناجائز ہے۔ سود کو اسلام نے حرام کیا ہے۔ قرآن میں صاف آیت موجود ہے۔ اجمالاً پوچھنے کا تو یہ جواب ہے۔ اور اگر آپ یوں کہیں کہ بینکنگ کا سسٹم جاری ہے بین الاقوامی تجارت ہے، اس لئے اس میں پڑنا ناگزیر ہے، تجارت کرنے کی کوئی شکل نہیں ہے۔ تو یا تو یہ فتویٰ دو کہ ہم سب چھوڑ چھاڑ کے جنگل میں جا کر بیٹھ جائیں، اور چھوٹی چھوٹی جھونپڑیوں میں گزر کرلیں۔ دنیا کی قومیں بڑھیں گی ہم ان سے قطع نظر کرلیں گے، کہ بھئی! بڑھتی ہیں تو بڑھ جائیں، اور کل وہ ہمارے اوپر زیادتی کریں، تو ہم صبر کریں گے، مار کھائیں گے، اگر آپ یہ فتویٰ دیں تو ہم تیار ہیں۔ اور اگر آپ یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ تمہیں دنیا کی قوموں کے دوش بدوش چلنا ہے، عزت و آبرو سے بسر کرنا ہے، بقدر ضرورت دولت بھی کمانا ہے، تو پھر اس مصیبت کا کیا علاج ہے؟ کہ اس سسٹم میں بعض چیزیں ناجائز بھی ہیں، آپ غور کریں تو مجموعی حالت پر، جب آپ تفصیلی حالات سامنے رکھیں گے، اور مفتی ان پر غور کرے گا، پھر حکم دوسرا ہوگا، پھر اس میں کچھ نہ کچھ گنجائشیں نکلیں گی۔ البتہ کچھ ایسی چیزیں بھی نکلیں گی جس میں آپ کو کچھ تغیر کرنا پڑے گا۔ آخر شریعت یا دین کا قانون پبلک کے تابع تو نہیں ہوسکتا کہ جو آپ چاہیں، قانون ادھر ہی کو جھک جائے۔ وہ قانون کیا ہوا، وہ تو موم کی ناک ہوگئی۔ جدھر کو چاہو اسے پھیر دو۔ لوگوں کو ہی قانون کے تابع بننا پڑتا ہے۔

اسلام ابدی، بین الاقوامی قانون ہے

* لیکن جب کوئی قانون بین الاقوامی ہوگا، سامنے آئے گا وہ یہ بھی کہے گا کہ میں ہر زمانے اور ہر ملت کے لئے یکساں قانون ہوں۔ میرا پیغام دنیا کی ہر قوم کے لئے ہے، تو اس قانون کو یہ رعایت بھی کرنی پڑے گی کہ کس قوم کی کیا ذہنیت ہے؟ اس کی کیا نفسیات ہیں؟ اس کا اصول کیا ہے؟ اس کا لین دین اور معاشرت کا کیا اصول ہے؟ اس کی رعایت کرنی پڑے گی۔ اسلام جب ایک جامع اور بین الاقوامی مذہب ہے تو یہ ممکن نہیں کہ اس کے اندر رعایتیں نہ ہوں۔ میں تو کہتا ہوں کہ بین الاقوامی تجارت کی بنیاد

ہی اسلام نے ڈالی ہے۔ اس سے پہلے دنیا کو بین الاقوامی تجارت کی خبر نہیں تھی۔ تجارتیں بے شک بڑی بڑی تھیں۔ لیکن ایک ملک اور ایک شہر میں ہوتی تھیں۔ لیکن ایک ملک سے دوسرے ملک کو اور دوسرے سے تیسرے پھر پوری دنیا کو مال سپلائی اور پوری دنیا سے رقم اور روپیہ آئے اور جائے۔ یہ صورت نہیں تھی نہ ہی اس کے وسائل تھے۔ لیکن اسلام نے (اس کی) بنیاد ڈالی۔ قرآن کریم نے ایک دو نہیں بلکہ چھ سات قسم کے سفر بتلائے۔ تعلیمی سفر، تبلیغی سفر، اخلاقی سفر، تجارتی سفر، تجارتی سفر اور سیاسی سفر وغیرہ۔ ان سفروں کی فضیلتیں بیان کیں۔ اور ان سفروں کی نوعیتیں بیان کیں۔ تو بین الاقوامی مذہب نے بین الاقوامی راستے ڈالے۔ اور چونکہ بین الاقوامی مذہب کو دنیا میں آنا تھا، اور بھیجنے والا اللہ۔ جس کو ماضی اور مستقبل کی بھی اطلاع ہے۔ وہی جانتا تھا کہ بین الاقوامی مذہب اسی دور میں آنا چاہیئے جس میں بین الاقوامی وسائل بھی سامنے ہوں۔ نقل و حرکت کے بین الاقوامی وسائل ہوں۔ ایک ملک سے دوسرے ملک جانا آسان ہو۔ ایک ملک کی خبر دوسرے ملک میں پہنچانا آسان ہو۔ تو یہ ترتیب تھی کہ چونکہ تمدن بین الاقوامی ہونے والا ہے۔ تو دین بھی بین الاقوامی ہوتا کہ دین بھی دنیا کے سامنے آسکے۔

اسلام اور اجتماعی نفسیات

* ایسا بین الاقوامی دین، دنیا کی اقوام کی ذہنیتوں سے قطع نظر نہیں کر سکتا ان کی نفسیات کی رعایت کرے گا۔ جب کہ اسلام کے خود اندرونی دائروں کے اندر بھی یہ چیز ہے۔ ہر قرن (دور) میں ہر موقع پر مختلف ذہنیتیں پیدا ہوئیں۔ بلکہ ہر سو برس کے بعد قوم کی ذہنیت بدل جاتی ہے۔ جب ایک نسل ختم ہوتی ہے۔ دوسری نسل آتی ہے۔ تو دنیا میں تبدیلیاں ہوتی ہیں نظریات بدلتے ہیں۔ جب ایک جنگ ہو کر صلح کا وقت آتا ہے تو بھی نظریات تبدیل ہوتے ہیں۔ تمدن بدلتا ہے اسلئے اسلام نے بھی یہ خبر دی کہ ہر سو برس کے بعد ہم مجدد بھیجیں گے جو دین کو نکھاریں گے۔ اور اس کی تجدید کریں گے۔ چونکہ سو ہی برس کے لئے ان ضرورتوں کا انتظام ہوتا ہے۔ اس لئے بعد میں آنے والوں کے لئے کل دین کی [illegible] مناسب حال، انہی کے رنگ میں ان کی

زبان میں تشریح کی جائے گی۔ تاکہ وہ دین کو سمجھ سکیں۔

* اگر قوم میں تصوف کا غلبہ ہوا تو اسلام نے اپنے کو صوفیانہ رنگ میں سامنے کیا۔ تاکہ صوفی مشن لوگ سمجھ سکیں۔ صوفیانہ انداز میں تفسیریں لکھی گئیں۔۔۔ جیسے محی الدین ابن عربی اور امام غزالی، ان لوگوں نے تفسیریں لکھیں، ایک زمانہ عقل پرستی کا آیا، کہ لوگ بغیر عقل کی مدد کے معاملات کو نہیں سمجھ سکتے تھے۔ ایسے مجدد پیدا ہوئے جنہوں نے قرآن و حدیث کو عقلی رنگ میں پیش کیا۔ امام رازی، شاہ ولی اللہ، امام غزالی رحمہم اللہ نے بھی یہ کام کیا کہ عقلی اصول پر تفسیریں لکھیں۔ قرآنی مسائل کو خالص عقل کے جامے میں سمجھا۔ ایک زمانہ آیا، اس میں طبیعیات کا غلبہ تھا، تو طبعی رنگ میں قرآن و حدیث کو پیش کیا گیا۔ قرآن کی یہ جامعیت ہے کہ وہ ایسا حسین چہرہ ہے کہ جیسا لباس پہنادو اتنا ہی حسین معلوم ہوتا ہے۔ جس رنگ کی کوئی قوم یا طبقہ سامنے آتا ہے وہ اسی رنگ میں اپنے کو سامنے کرتا ہے۔ جیسے اسلام میں یہ جامعیت ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ دنیا کے طبقات اور دنیا کی قوموں کی ذہنیت الگ الگ ہو۔ وہ سب کے لئے پیغام بنے۔ اور سب کی نفسیات کی رعایت نہ کرے۔ اس میں ایسے جامع اصول موجود ہیں۔ وہ ضرور رعایت کرے گا۔

حلال و حرام اور معروضی حالات

* مگر ضرورت اس کی ہے کہ سوال کرنے والے اجمالی سوال نہ کریں۔ جن جن معاملات میں وہ مبتلا ہوں ان معاملات کو تفصیل سے واقعاتی رنگ میں پیش کریں یوں نہ پوچھیں کہ فلاں چیز جائز ہے یا نہیں۔ بیمہ کرانا جائز ہے یا نہیں؟ انشورنس جائز ہے یا نہیں؟ اس کا سیدھا جواب یہ ہے کہ ناجائز ہے۔ اسلام کے اصول کے خلاف ہے۔ سود بھی ناجائز، انشورنس بھی ناجائز، اور بیمہ کرانا بھی ناجائز۔ فلاں اور فلاں چیز بھی حرام۔ لیکن جب ان واقعات کی تفصیل پیش کریں گے۔ اور مجموعی پہلو جب سامنے آئیں گے تو حکم میں گنجائش نکلے گی۔ بلاشبہ اسلام میں شراب ناجائز ہے۔ خاص حالات میں اسلام کی تفصیلات پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن یہ حکم تبدیل بھی ہوسکتا ہے چنانچہ اسلام نے یہ کہا ہے کہ اگر کوئی ایسا مریض ہو کہ ڈاکٹر کہہ دے کہ یہ اس وقت تک زندہ نہیں رہ سکتا جب

تک شراب نہ پیے اسلام نے اجازت دی ہے کہ وہ شراب پیے۔ وہ اپنی جان بچانے اسی طرح خنزیر ہے، اسلام میں بالکل نجس لعین ہے اسلامی نقطہ نظر سے گوشت پوست ہی نہیں بلکہ اس کا جوہر بھی ناپاک ہے۔ یہ ناجائز ہے اور ممنوع ہے۔ لیکن اگر کوئی مر رہا ہو فاقے کی حالت میں اور کوئی غذا نہ ملتی ہو تو اسلام اجازت دے گا کہ اسے خنزیر کھلادو۔ اسے مردار کا گوشت بھی کھلادیں گے کفر کا کلمہ کہنا اسلام کو ختم کردیتا ہے اسی طرح کوئی شرک کا کلمہ کہے۔ لیکن اگر ایک شخص تلوار لے کر مسلم کی گردن پر رکھے ہو کہ یا کفر کا کلمہ کہہ، ورنہ ابھی تیری گردن قلم کردوں گا۔ اسلام اسے اجازت دیتا ہے کہ دل سے ایمان پر مطمئن رہو، زبان سے کفر کا کلمہ کہہ دو۔ اب کوئی شخص مجھ سے یہ سوال کرے کہ صاحب! کفر کا کلمہ جائز ہے یا ناجائز؟ ہم کہیں گے بالکل حرام ہے، آدمی کافر ہوجائے گا۔ لیکن اگر یوں کہے میں اصول نہیں پوچھتا، میں تو یہ واقعہ پوچھتا ہوں کہ میرے اوپر ایک شخص تلوار لے کر آیا ہوا ہے کہ کہہ کفر کا کلمہ ورنہ گردن قلم کردی جائے گی۔ اب یہ حکم ہوگا کہ تیرے لئے جائز ہے کفر کا کلمہ کہہ دے۔ اس سے اندازہ ہوا کہ ایک شئے اپنی ذات سے بالکل ممنوع ہوتی ہے لیکن حالات کے سامنے آنے سے اس میں گنجائش پیدا ہوجاتی ہے یہ صورت خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی ہو اسلام میں گنجائشیں نکلتی ہیں۔ اسلامی قانون میں لچک ہے۔ یہ اعتدال کا مذہب ہے، افراط و تفریط کا مذہب نہیں ہے۔ ایک درمیانی نکتہ پر ہے جس میں دونوں پہلوؤں کی رعایت نکلتی ہے۔

* اس بنا پر میں عرض کررہا ہوں کہ مسئلے دو ہیں۔ ایک دیانت (اقترابات) کا ہے جس میں عبادات آتی ہیں ایک معاشرت کا (ارتفاقات) کا ہے جس میں تجارت، معاملات، بیع و شراء (خرید و فروخت) نکاح و طلاق، زمین کی خریداری، ٹھیکہ، کرایہ داری اور محکمہ قضا و مقدمات، فوجداری اور دیوانی عدالت، یہ اس کے نیچے آجاتی ہیں۔ ان سب کے اصول بتلائے گئے ہیں۔ جو معتدل ہیں۔ اور جامع بھی ہیں۔ ہر قوم کے جذبات کو اپیل کرسکتے ہیں۔ لیکن جب قوم اس کی طرف توجہ کرے یا خود سمجھے اور سیکھے یا پھر سیکھے ہوئے سے پوچھ کر اس پر عمل کرے، مگر شرط یہ ہے کہ تفصیل سے

پوچھو۔ تو جس طرح سے استفتاء اور سوال کرنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ فکر کے ساتھ واقعات سامنے رکھیں اسی طرح مفتیوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ سارے واقعات کے ایک ایک پہلو کو سامنے رکھ کر حکم لگائیں۔ صرف اجمالی ذکر نہ کریں۔ تفصیلی واقعات کو سامنے رکھ کر فتویٰ صادر کریں۔ مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ اس میں ایسی گنجائشیں نکلیں گی کہ قوم (سوسائٹی) اپنے مفاد سے بھی محروم نہیں ہوگی، اور ناجائز و حرام کا ارتکاب بھی نہیں کرے گی۔ اس واسطے اس کی ضرورت ہے کہ سوالات کو آپ (حالات حاضرہ سے واقف عناصر) ہی مرتب کریں، اور جوابات کے لئے ہم علماء کی کمیٹی بٹھا دیں گے، کہ ان واقعات پر غور کرکے آپ فتویٰ دیں کہ کیا حکم ہے؟ یا تو یہ کہیں کہ قوم تجارت کو چھوڑ دے اور بالکل بین الاقوامی دنیا سے نکل کر جنگلوں میں جاکے بسر کرے۔ لیکن اگر اس کو ایک سچا شہری بننا ہے تو پھر جب اس کی شہریت بدل گئی ہے اس کے مناسب آپ بھی گنجائشیں نکال کر فتویٰ دیں۔ جتنی اسلام نے گنجائش دی ہے، اس سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیں۔ زیادہ سے زیادہ مفتی یہ کہے گا کہ تم مجرم ہو، تم ناجائز چیزوں کا ارتکاب کرتے ہو میں کہتا ہوں مجرم کے لئے بھی گنجائشیں دی جاتی ہیں۔ شبہ کا فائدہ مجرم کو دیا جاتا ہے۔ اگر شبہ نکل آئے تو مجرم کی سزا اٹھالی جاتی ہے تو ہم مجرم سہی مگر ساتھ ہی کچھ شبہات بھی ہیں۔ ان شبہات کا فائدہ بھی ہمیں پہنچے گا۔ گنجائش ہمیں ملے گی مگر واقعات کو پیش کرنے والے کو چاہیئے کہ وہ تفصیلی واقعات ذکر کریں۔ اس زمانے میں اجمال اور سرسری بات سے کام نہیں چلتا یہ واقعہ ہے کہ ہم (علماء) ان چیزوں سے بالکل نابلد ہیں۔ ہم ان واقعات میں پڑے ہوئے نہیں اب ہمیں کیا خبر کہ انشورنس میں کیا ہوتا ہے، اور بیمے کس طرح سے کرائے جاتے ہیں، اس لئے کہ نہ تجارت کر رہے ہیں نہ انشورنس، آپ حضرات مطلع ہیں۔ آپ تفصیل سے بتائیں۔ حکم بتلانا ہمارا کام ہے، واقعات بتلانا آپ کا کام ہوگا، اگر آپ نے واقعات پر اجمال برتا، تو ہم پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ ہم تو یوں کہہ دیں گے کہ تم جو کر رہے ہو، وہ حرام ہے۔ لیکن اگر واقعات اچھی طرح سے سامنے آجائیں تو پھر جامع فتویٰ آئے گا۔ ان دونوں کے اندر ہمیں بڑھنا ہے دین کی بھی

حفاظت کرنی ہے۔ اپنی تعلیم اور مدارس کی بھی حفاظت کرنی ہے اور ساتھ ساتھ اپنی تجارت کی بھی حفاظت کرنی ہے۔ تجارتی لوگ نہ ہوں تو نہ مدارس چلیں، نہ علماء کی کتابیں چھپیں، نہ کام ہو تو دونوں چیزوں کی ضرورت ہے بہرحال واقعات کو شریعت کے سامنے پیش کرکے حل کیا جائے اور فتویٰ حاصل کیا جائے تاکہ لوگ بھی مطمئن رہیں کہ ہم کسی ناجائز پر نہیں چل رہے ہیں اور دنیا بھی ہماری چل رہی ہے۔ اس کے لئے ہم تیار ہیں۔ ہم علماء کرام کی ایک جماعت بٹھادیں گے جو غور و فکر کرکے اس کے بارے میں احکام دے۔ آپ کا کام ہوگا کہ تفصیل سے واقعات ہمارے سامنے رکھیں تاکہ ان پر حکم دیا جاسکے۔

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن کی دستیاب مطبوعات

☆ جدوجہد اور نوجوان	شیخ الہند مولانا محمود حسن
☆ تاریخ اسلام	مولانا عبید اللہ سندھی
☆ قرآنی اصول معاشیات	مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی
☆ فرد اور اجتماعیت	مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی
☆ اخلاق و معاشیات کا باہمی ربط	مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی
☆ وقت کی قدر و قیمت	مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی
☆ لرزہ خیز انتقام کی داستان	مولانا محمد میاں
☆ غلبہ دین اور عبادات	چوھدری افضل حق مرحوم
☆ ثناء خداوندی	چوھدری افضل حق مرحوم
☆ صدائے فکر و عمل	چوھدری افضل حق مرحوم
☆ ارکان اسلام	چوھدری افضل مرحوم
☆ شعوری تقاضے	مولانا شوکت اللہ انصاری
☆ عبادت و خلافت	مولانا قاری محمد طیب قاسمی
☆ جدوجہد آزادی کا رہنما ادارہ	مولانا قاری محمد طیب قاسمی
☆ دینی تمدن کی تشکیل نو	مولانا قاری محمد طیب قاسمی
☆ اجتماعی زوال کے اسباب	مولانا محمد تقی امینی
☆ انسان اور نفسیاتی عوامل	مولانا محمد تقی امینی
☆ اجتماعی مسائل کا ولی اللہی حل	جناب محمد مقبول عالم مرحوم
☆ ولی اللہی نظام فکر	مفتی عبد الخالق آزاد
☆ مولانا محمد الیاس کا تصور دین	مفتی سعید الرحمان
☆ عدم تشدد کی حکمت عملی	مفتی سعید الرحمان